



Ketabton.com

ارمغانِ حجاز

اردو

تصویر و مُصَوِّر

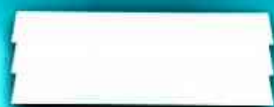


تصویر

خبر، عقل و خرد کی ناتوانی
نظر، دل کی حیاتِ جاودانی
نہیں ہے اس زمانے کی تگ و تاز
سزاوارِ حدیثِ 'لن ترانی'

مُصَوِّر

تو ہے میرے کمالاتِ ہنر سے
نہ ہو نومید اپنے نقشِ گر سے
مرے دیدار کی ہے اک یہی شرط
کہ تو پہناں نہ ہو اپنی نظر سے



تصویر و مُصوّر



تصویر

کہا تصویر نے تصویر گر سے
نمائش ہے مری تیرے ہنر سے
و لیکن کس قدر نا مُنصفی ہے
کہ تُو پوشیدہ ہو میری نظر سے!

مُصوّر

گراں ہے چشمِ بینا دیدہ ور پر
جہاں بنی سے کیا گزری شرر پر!
نظر، درد و غم و سوز و تب و تاب
تُو اے ناداں، قناعت کر خبر پر

عالمِ برزخ



صدائے غیب

گرچہ برہم ہے قیامت سے نظامِ ہست و بود
ہیں اسی آشوب سے بے پردہ اسرارِ وجود
زلزلے سے کوہ و در اُڑتے ہیں مانندِ سحاب
زلزلے سے وادیوں میں تازہ چشموں کی نمود
ہر نئی تعمیر کو لازم ہے تخریبِ تمام
ہے اسی میں مشکلاتِ زندگانی کی کشود

زمین

آہ یہ مرگِ دوام، آہ یہ رزمِ حیات
ختم بھی ہوگی کبھی کشمکشِ کائنات!
عقل کو ملتی نہیں اپنے بتوں سے نجات
عارف و عامی تمام بندۂ لات و منات
خوار ہوا کس قدر آدمِ یزداں صفات
قلب و نظر پر گراں ایسے جہاں کا ثبات
کیوں نہیں ہوتی سحرِ حضرتِ انساں کی رات؟

عالمِ برزخ



صدائے غیب

نے نصیبِ مار و کثرؤم، نے نصیبِ دام و دد
ہے فقط محکوم قوموں کے لیے مرگِ ابد
بانگِ اسرائیل اُن کو زندہ کر سکتی نہیں
روح سے تھا زندگی میں بھی تھی جن کا جسد
مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد

قبر

(اپنے مردے سے)

آہ، ظالم! تو جہاں میں بندہ محکوم تھا
میں نہ سمجھی تھی کہ ہے کیوں خاک میری سوزِ ناک
تیری میت سے مری تاریکیاں تاریک تر
تیری میت سے زمیں کا پردہ ناموس چاک
الحدَر، محکوم کی میت سے سو بار الحدَر
اے اسرائیل! اے خدائے کائنات! اے جانِ پاک!



عالم برزخ



مردہ اپنی قبر سے
کیا شے ہے، کس امروز کا فردا ہے قیامت
اے میرے شہتائِ کمن! کیا ہے قیامت؟

قبر
اے مردہ صد سالہ! تجھے کیا نہیں معلوم؟
ہر موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت!

مردہ
جس موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت
اُس موت کے پھندے میں گرفتار نہیں میں
ہر چند کہ ہوں مردہ صد سالہ و لیکن
ظلمتِ کدہ خاک سے بیزار نہیں میں
ہو رُوح پھر اک بار سوارِ بدنِ زار
ایسی ہے قیامت تو خریدار نہیں میں



معزول شہنشاہ



ہو مبارک اُس شہنشاہِ نیکو فرجام کو
جس کی قربانی سے اسرارِ ملوکیت ہیں فاش
’شاہ‘ ہے برطانوی مندر میں اک مٹّی کا بُت
جس کو کر سکتے ہیں، جب چاہیں پُجاری پاش پاش
ہے یہ مُشک آمیز افیوں ہم غلاموں کے لیے
ساحرِ انگلیس! مارا خواجہ دیگر تراش



دوزخی کی مُناجات



اس دیر کُن میں ہیں غرض مند پُجاری
رنجیدہ بُتوں سے ہوں تو کرتے ہیں خدا یاد
پوجا بھی ہے بے سُود، نمازیں بھی ہیں بے سُود
قسمت ہے غریبوں کی وہی نالہ و فریاد
ہیں گرچہ بلندی میں عمارات فلک بوس
ہر شہر حقیقت میں ہے ویرانہ آباد
تشنے کی کوئی گردشِ تقدیر تو دیکھے
سیراب ہے پرویز، جگر تشنہ ہے فرہاد
یہ علم، یہ حکمت، یہ سیاست، یہ تجارت
جو کچھ ہے، وہ ہے فکرِ ملوکانہ کی ایجاد
اللہ! ترا شکر کہ یہ خطہ پُر سوز
سوداگرِ یورپ کی غلامی سے ہے آزاد!

مسعود مرحوم



خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات
کہ عشقِ موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات
خودی ہے زندہ تو دریا ہے بے کرانہ ترا
ترے فراق میں مضطر ہے موجِ نیل و فرات
خودی ہے مردہ تو مانندِ گاہِ پیشِ نسیم
خودی ہے زندہ تو سلطانِ جملہ موجودات
نگاہِ ایک تجلی سے ہے اگر محروم
دو صد ہزار تجلی تلافیِ مافات
مقامِ بندۂ مومن کا ہے ورائے سپہر
زمین سے تا بہ ثریا تمام لات و منات
حریمِ ذات ہے اس کا نشیمنِ ابدی
نہ تیرہ خاکِ لحد ہے، نہ جلوہ گاہِ صفات
خود آگہاں کہ ازیں خاکِ داں بروں جستند
طلسمِ مہر و سپہر و ستارہ بشکستند

مسعود مرحوم



نہ مجھ سے پوچھ کہ عمرِ گریز پا کیا ہے
کسے خبر کہ یہ نیرنگ و سیمیا کیا ہے
ہوا جو خاک سے پیدا، وہ خاک میں مستور
مگر یہ غیبتِ صغریٰ ہے یا فنا، کیا ہے!
غبارِ راہ کو بخشا گیا ہے ذوقِ جمال
خرد بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے
دل و نظر بھی اسی آب و گل کے ہیں اعجاز
نہیں تو حضرتِ انساں کی انتہا کیا ہے؟
جہاں کی رُوحِ رواں 'لا اِلهَ اِلَّا هُوَ،
مسیح و میخ و چلیپا، یہ ماجرا کیا ہے!
قصاصِ خُونِ تمنا کا مانگے کس سے
گناہ گار ہے کون، اور خوں بہا کیا ہے
غمیں مشو کہ بہ بندِ جہاں گرفتاریم
طلسم ہا شکند آں دے کہ ما داریم

مسعود مرحوم



یہ مہر و مہ، یہ ستارے یہ آسمانِ کبود
کسے خبر کہ یہ عالمِ عدم ہے یا کہ وجود
خیالِ جادہ و منزلِ فسانہ و افسوں
کہ زندگی ہے سراپاِ رحیلِ بے مقصود
رہی نہ آہ، زمانے کے ہاتھ سے باقی
وہ یادگارِ کمالاتِ احمد و محمود
زوالِ علم و ہنرِ مرگِ ناگہاں اُس کی
وہ کارواں کا متاعِ گراں بہا مسعود!
مجھے رُلّاتی ہے اہلِ جہاں کی بیدردی
فغانِ مرغِ سحرِ خواں کو جانتے ہیں سرود
نہ کہہ کہ صبر میں پہناں ہے چارۂ غمِ دوست
نہ کہہ کہ صبرِ معمائے موت کی ہے کشود
“دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است
ز عشق تا بہ صبوری ہزار فرسنگ است”
(سعدی)

آوازِ غیب



آتی ہے دمِ صبح صدا عرشِ بریں سے
کھویا گیا کس طرح ترا جوہرِ ادراک!
کس طرح ہوا کندہ ترا نشترِ تحقیق
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک
تُو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلامِ خس و خاشاک
مہر و مہ و انجم نہیں محکوم ترے کیوں
کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک
اب تک ہے رواں گرچہ لہو تیری رگوں میں
نے گرمی افکار، نہ اندیشہ بے باک
روشن تو وہ ہوتی ہے، جہاں میں نہیں ہوتی
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہِ پاک
باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
اے کُشتہ سُلطانی و مُلّائی و پیری!

رُباعیات

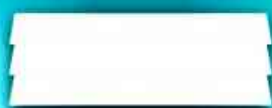


مری شاخِ آمل کا ہے ثمر کیا
تری تقدیر کی مجھ کو خبر کیا
کلی گلہ کی ہے محتاجِ کشود آج
نسیمِ صبحِ فردا پر نظر کیا!





فراغت دے اُسے کارِ جہاں سے
کہ چھوٹے ہر نفس کے امتحاں سے
ہوا پیری سے شیطاں کُنہ اندیش
گنہ تازہ تر لائے کہاں سے!





دگرگوں عالمِ شام و سحر کر
جہانِ خشک و تر زیر و زبر کر
رہے تیری خدائی داغ سے پاک
مرے بے ذوق سجدوں سے حذر کر



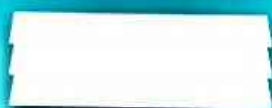


غربی میں ہوں محسوسِ امیری
کہ غیرت مند ہے میری فقیری
حذر اُس فقر و درویشی سے، جس نے
مسلمان کو سکھا دی سر بزیری!





خرد کی تنگ دامانی سے فریاد
تجلی کی فراوانی سے فریاد
گوارا ہے اسے نظارۂ غیر
نگہ کی نا مسلمانی سے فریاد!



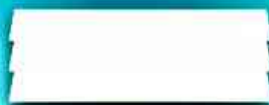


کہا اقبالؔ نے شیخِ حرم سے
تہِ محرابِ مسجد سو گیا کون
نِدا مسجد کی دیواروں سے آئی
فرنگی بُت کدے میں کھو گیا کون؟





کُن ہنگامہ ہائے آرزو سرد
کہ ہے مردِ مسلمان کا لہو سرد
بُتوں کو میری لادینی مبارک
کہ ہے آج آتشِ اللہ ہو، سرد



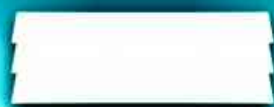


حدیثِ بندۂ مومن دل آویز
جگر پُر خوں، نفسِ روشن، نگہ تیز
میسّر ہو کسے دیدار اُس کا
کہ ہے وہ رونقِ محفل کم آمیز



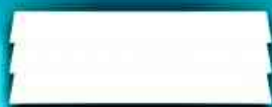


خُرد دیکھے اگر دل کی نگہ سے
جہاں رُوشن ہے نُورِ 'لا اِله' سے
فقط اک گردشِ شام و سحر ہے
اگر دیکھیں فروغِ مہر و مہ سے





نہ کر ذکرِ فراق و آشنائی
کہ اصلِ زندگی ہے خود نمائی
نہ دریا کا زیاں ہے، نے گہر کا
دلِ دریا سے گوہر کی جدائی



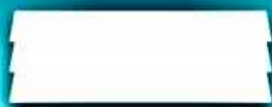


ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماناں کیوں نہیں ہے
عَبَث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟





کبھی دریا سے مثلِ موج ابھر کر
کبھی دریا کے سینے میں اُتر کر
کبھی دریا کے ساحل سے گزر کر
مقام اپنی خودی کا فاش تر کر!





پانی ترے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب
مرغانِ سحر تیری فضاؤں میں ہیں بیتاب
اے وادیِ لولاب!

گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب
دیں بندۂ مومن کے لیے موت ہے یا خواب
اے وادیِ لولاب!

ہیں ساز پہ موقوف نوا ہائے جگر سوز
ڈھیلے ہوں اگر تار تو بے کار ہے مضرب
اے وادیِ لولاب!

ملا کی نظر نورِ فراست سے ہے خالی
بے سوز ہے میخانۂ صوفی کی مئے ناب
اے وادیِ لولاب!

بیدار ہوں دل جس کی فغانِ سحری سے
اس قوم میں مدت سے وہ درویش ہے نایاب
اے وادیِ لولاب!





موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام
مکر و فنِ خواجگی کاش سمجھتا غلام!
شرعِ ملوکانہ میں جدّتِ احکام دیکھ
صُور کا غوغا حلال، حشر کی لذّت حرام!
اے کہ غلامی سے ہے رُوح تری ^{مُضمحل}
سینہ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام!





آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر
سینہ افلاک سے اُٹھتی ہے آہِ سوز ناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر
کہہ رہا ہے داستاں بیدردیِ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانہ دہقانِ پیر
آہ! یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟





گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو
تھر تھراتا ہے جہانِ چارِ سوئے و رنگ و بو
پاک ہوتا ہے ظن و گمنامیں سے انساں کا ضمیر
کرتا ہے ہر راہ کو روشن چراغِ آرزو
وہ پُرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں
عشق سیتلا ہے اُنھیں بے سوزن و تارِ رُفو
ضربتِ پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش
حاکمیت کا بُت سنگیں دل و آئینہ رُو



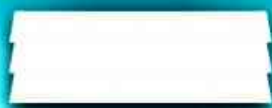


دُڑاج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہیں
حیرت میں ہے صیاد، یہ شاہیں ہے کہ دُڑاج!
ہر قوم کے افکار میں پیدا ہے تلاطم
مشرق میں ہے فردائے قیامت کی نمود آج
فطرت کے تقاضوں سے ہوا حشر پہ مجبور
وہ مردہ کہ تھا بانگِ سرائیل کا محتاج





رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات
ہر چند کہ مشہور نہیں ان کے کرامات
خود گیری و خودداری و گلبانگہ انا الحق،
آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات
محکوم ہو سالک تو یہی اس کا 'ہمہ اوست'
خود مردہ و خود مرقد و خود مرگ مفاجات!



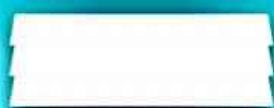


نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رُہبانی
یہی ہے مرنے والی اُمتوں کا عالمِ پیری
شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری
چہ بے پروا گذشتند از نوائے صبحگاہِ من
کہ بُرد آں شور و مستی از سیہ چشمانِ کشمیری!





سمجھا لہو کی بوند اگر تُو اسے تو خیر
دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہ بلند
گردشِ مہ و ستارہ کی ہے ناگوار اسے
دل آپ اپنے شام و سحر کا ہے نقشِ بند
جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند





سمجھا لہو کی بوند اگر تُو اسے تو خیر
دل آدمی کا ہے فقط اک جذبہ بلند
گردشِ مہ و ستارہ کی ہے ناگوار اسے
دل آپ اپنے شام و سحر کا ہے نقشِ بند
جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند





کھلا جب چمن میں کتب خانہ گل
نہ کام آیا ملا کو علم کتابی
متانت شکن تھی ہوائے بہاراں
غزل خواں ہوا پیرک اندرابی
کہا لالہ آتشیں پیرہن نے
کہ اسرارِ جاں کی ہوں میں بے حجابی
سمجھتا ہے جو موت خوابِ لحد کو
نہاں اُس کی تعمیر میں ہے خرابی
نہیں زندگی سلسلہ روز و شب کا
نہیں زندگی مستی و نیم خوابی
حیات است در آتشِ خود تپیدن
خوش آں دم کہ ایں نکتہ را بازیابی
اگر ز آتشِ دل شرارے بگیری
تواں کرد زیرِ فلک آفتابی



آزاد کی رگ سخت ہے مانندِ رگِ سنگ
محکوم کی رگ نرم ہے مانندِ رگِ تاک
محکوم کا دل مرده و افسردہ و نومید
آزاد کا دل زندہ و پُرسوز و طرب ناک
آزاد کی دولت دلِ روشن، نفسِ گرم
محکوم کا سرمایہ فقط دیدہٴ نم ناک
محکوم ہے بیگانہٴ اخلاص و مروت
ہر چند کہ منطق کی دلیلوں میں ہے چالاک
ممکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہمدوش
وہ بندہٴ افلاک ہے، یہ خواجہٴ افلاک





تمام عارف و عامی خودی سے بیگانہ
کوئی بتائے یہ مسجد ہے یا کہ میخانہ
یہ راز ہم سے چھپایا ہے میر واعظ نے
کہ خود حرم ہے چراغِ حرم کا پروانہ
طلسمِ بے خبری، کافرِی و دیں داری
حدیثِ شیخ و برہمن فسوں و افسانہ
نصیبِ خطہ ہو یا رب وہ بندۂ درویش
کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ
چھپے رہیں گے زمانے کی آنکھ سے کب تک
گہر ہیں آپِ وُلر کے تمام یک دانہ



دِگرگوں جہاں اُن کے زورِ عمل سے
بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے
منحجم کی تقویم فردا ہے باطل
گرے آسماں سے پُرانے ستارے
ضمیرِ جہاں اس قدر آتشیں ہے
کہ دریا کی موجوں سے ٹوٹے ستارے
زمین کو فراغت نہیں زلزلوں سے
نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے
ہمالہ کے چشمے اُبلتے ہیں کب تک
خضر سوچتا ہے وُلر کے کنارے!





نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صُبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمالِ صدق و مروّت ہے زندگی ان کی
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال

یہ اُمتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں
خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے، باقی تمام تفسیریں
شکوہِ عید کا منکر نہیں ہوں میں، لیکن
قبولِ حق ہیں فقط مردِ حُر کی تکبیریں
حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں





چہ کافرانہ قِمارِ حیات می بازی
کہ با زمانہ بسازی بخود نمی سازی
وِگر بدرسہ ہائے حرم نمی بینم
دلِ جُنید و نگاہِ غزالی و رازی
بحکم مفتیِ اعظم کہ فطرتِ ازلیست
بدین صعوہ حرام است کارِ شہبازی
ہماں فقیہِ ازل گفت جرّہ شاہیں را
بآسماں گروی با زمین نہ پروازی
منم کہ توبہ نہ کردم ز فاش گوئی ہا
ز بیمِ ایں کہ بسُطاں کنند غملذی
بدستِ مانہ سمرقند و نے بخارا ایست
دُعا بگو ز فقیراں بہ ترکِ شیرازی



ضمیرِ مغرب ہے تاجرانہ، ضمیرِ مشرق ہے راہبانہ
وہاں دِ گرگوں ہے لحظہ لحظہ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ
کنارِ دریا خضر نے مجھ سے کہا بہ اندازِ محرمانہ
سکندری ہو، قلندری ہو، یہ سب طریقے ہیں ساحرانہ
حریف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدایانِ خانقاہی
اُنھیں یہ ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شق نہ ہو سنگِ آستانہ
غلام قوموں کے علم و عرفاں کی ہے یہی رمزِ آشکارا
زمیں اگر تنگ ہے تو کیا ہے، فضائے گردوں ہے بے کرانہ
خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ
مری اسیری پہ شاخِ گل نے یہ کہہ کے صیاد کو رُلایا
کہ ایسے پُرسوز نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ پہ آشیانہ



حاجت نہیں اے خطہ گلہ شرح و بیاں کی
تصویر ہمارے دل پر خوں کی ہے لالہ
تقدیر ہے اک نام مکافاتِ عمل کا
دیتے ہیں یہ پیغام خدایانِ ہمالہ
سرما کی ہواؤں میں ہے عُریاں بدن اس کا
دیتا ہے ہنر جس کا امیروں کو دوشالہ
اُمید نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی
رَم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ





خود آگاہی نے سیکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی
حرام آئی ہے اُس مردِ مجاہد پر زِرہ پوشی





غریبِ شہر ہوں میں، سُن تو لے مری فریاد
کہ تیرے سینے میں بھی ہوں قیامتیں آباد
مری نوائے غم آلود ہے متاعِ عزیز
جہاں میں عام نہیں دولتِ دلِ ناشاد
گلہ ہے مجھ کو زمانے کی کور ذوقی سے
سمجھتا ہے مری محنت کو محنت فرہاد
☆“صدائے تیشہ کہ بر سنگ میخورد دگر است
خبر بگیر کہ آوازِ تیشہ و جگر است”

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library